عالم کے ادب پر حضرت زینبؑ کا احسان

دنیا کی زبانوں پر ثانیٔ زہراؑ کی مصیبت کی تاثیریں

علامہ جزائری آیۃ اللہ مفتی سید طیب آغا صاحب قبلہ لکھنوی، ایران

اس دنیائے آب وگل میں غم اور خوشی توام ہیں، جن پر ہمارے بہت سے مسائل کا انحصار ہے اخلاق، تاریخ، مذاہب عالم، کردار واعمال غرض کہ لاتعداد امور، غم اور خوشی کے محوروں پر گھومتے رہتے ہیں۔ چاہے ہم کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔لیکن واقعہ یہی ہے کہ یہی دو ہاتھ ہیں جو ہماری بہت سی گتھیوں کو سلجھاتے اور الجھاتے رہتے ہیں اور ہماری یہ چند روزہ حیات کا کارواں انہی دوخطوں پر رواں دواں ہے۔

زندگی بر گردنم افتاد وباید زیستن
شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

رنج ومسرت جن چیزوں کی تشکیل کرتے ہیں ان میں......ادب کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ بلکہ ادب نوازی میں مسرت کی بہ نسبت رنج وغم کو اس لئے امتیاز حاصل ہے کہ مسرت کے شادیانے لوگوں کے دلوں پر اتنا اثر انداز نہیں ہوتے، جتنا آہ ونالے دلوں میں گھر کر لیتے ہیں اگر چار آدمی ہنس رہے ہوں تو آپ کی بلا سے لیکن وہی اگر یک بیک رونے لگیں تو آپ کو ضرور فکر ہوجائے گی کہ ان کے رونے کا سبب کیا ہے اس نظریہ کے ماتحت یہ ماننا ناگزیر ہے کہ ہر زبان کے ادب میں مسرت وشادمانی کی بہ نسبت حسرت ونامرادی کا حصہ زیادہ ہے اس بنا پر شعراء شب وصل کا تذکرہ اتنا نہیں کرتے جتنا شب فرقت کی یاد پر سر دھنتے ہیں ؎

شب فرقت کے بیداروں کو سوجانے دیا ہوتا
لحد میں زیست کا قصہ نہ دُہرانے دیا ہوتا

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ واقعہ کربلا......جو دنیا کا دردناک ترین واقعہ ہے۔تمام دنیا کے ادب پر اثر انداز ہوا ہے۔ اگرچہ بنیادی حیثیت سے واقعہ کربلا کو ادب سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ تشکیل ادب اس کی غرض وغایت ہے لیکن ضمنی وطبعی حیثیت سے یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ ادب کے ایک بڑے حصہ کو کربلا کے واقعات نے پروان چڑھایا ہے اور اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ......کسی تاریک کمرے میں آپ اپنی کوئی عزیز چیز ڈھونڈھنے کے لئے جائیں اور وہاں جاکر آپ شمع روشن کریں تو آپ کو آپ کی مطلوبہ چیز نظر آجائے گی لیکن ساتھ ہی بہت سی ایسی چیزیں بھی روشن اور ہویدا ہوجائیں گی جو آپ کے مقصد سے خارج ہیں۔آپ چاہتے ہیں کہ کتاب لیں لیکن بستر، زمین پر پڑی ہوئی چیزیں، دیا سلائی، برتن باسن وغیرہ چیزیں روشن ہوجائیں گی یہی عالم واقعہ کربلا کا ہے۔اصل مقصد شہادت حسینی کی عالم انسانیت میں بقا وارتقاء ہے لیکن قہری مشیت سے اس کی وجہ

سے بہت سی چیزوں کا اثر پڑنا بدیہی ہے ادب ان چیزوں میں سے ایک ہے۔

واقعہ کربلا میں حسینؑ اور زینبؑ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو آسمان پر قطبین کو۔ مدینہ سے روانگی کے وقت سے لے کر عصر عاشور تک امام حسینؑ اس کے ہیرو تھے اور ہنگام عصر سے لیکر مدینہ پہنچنے تک حضرت زینبؑ اس کی رہنما تھیں۔

امام حسین علیہ السلام نے جس عزم وثبات اور صبر واستقلال کا مظاہرہ فرمایا وہ نہ محل تعجب ہے نہ آپ کی ذات سے بعید۔ کیونکہ آپ کی ذات مرکز کمالات بشریت تھی۔ امام ومعصوم تھے لیکن حضرت زینبؑ نہ امام تھیں نہ اصطلاحاً آپ کو معصوم کہا جاسکتا ہے پھر آپ کا تعلق صنف نازک سے تھا جو عادتاً ہولناک مصائب میں گھبرا جاتی ہے لیکن اس کے باوجود آپنے جس ہمت وجرأت، صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا ہے اس پر مردان نبردآزما کی جرأتیں نثار کی جاسکتی ہیں۔ اس بنا پر یہ دعویٰ شاید غلط نہ ہوگا کہ واقعہ کربلا کی دردنا کی والم انگیزی میں امام حسینؑ کی بہ نسبت حضرت زینبؑ نے زیادہ حصہ لیا اسی بنا پر شاعر کو کہنا پڑا:

واقعات کربلا میں رنگ دونوں نے بھرا
ابتدا شبیرؑ نے کی انتہا زینبؑ نے کی

اس لئے ادب پر حضرت زینبؑ سلام اللہ علیہا کے مصائب زیادہ اثر انداز ہوئے اور جس جس زبان اور زبان دانوں تک سانحہ کربلا کی چھوٹ پڑی اس کا ادب حسینؑ کی اس دکھیاری بہن کے درد سے آشنا ہو کر اس کا مرہون منت ہوا جس کے چند نمونے ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

عربی ادب پر حضرت زینبؑ کا احسان

ادب عربی کو تین دوروں میں منقسم مانا گیا ہے:

۱- جاہلیت، ۲- اسلام، ۳- مابین جاہلیت واسلام۔ جن کو مخضرمیں کہتے ہیں۔ واقعہ کربلا کا تعلق چونکہ اسلام سے ہے اس لئے اس دوسری قسم میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔

شہزادی زینبؑ نے شجاعت کے ساتھ ادیبانہ فروغ اپنے والد جناب امیرالمومنین سے ورثہ میں پایا ہے آپ کا شماران فصحاء وبلغاء دہر میں ہوتا تھا جن کی ادیبانہ روش میں مصائب وحوادث خلل نہیں ڈال سکتے تھے...... ایک پردہ دار بی بی جس کے گھر سے زمانہ نے پردہ کا چلن سیکھا ہو اس کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوسکتی ہے کہ وہ ننگے سر بازار میں بلائی جائے۔ پھر بھائی بندوں، دل کے ٹکڑوں کے بہتر داغ سینہ پر موجود ہوں۔ وہ سر جو کبھی آغوش کی زینت ہوا کرتے تھے نگاہوں کے سامنے برچھیوں کی انی پر معلق ہوں۔ مگر ان اوسان خطا کرنے والے اسباب کے باوجود تیور یہ ہوں کہ فصاحت وبلاغت، دہن سے ہر نکلنے والی لفظ کے بوسے لے رہی ہو۔

جس کا اندازہ اس گفتگو سے ہوتا ہے جو ابن زیاد اور جناب زینبؑ کے درمیان بھرے دربار میں ہوئی۔ اور ابن زیاد جیسے ظالم کی پیشانی پر پسینہ آگیا جس کو اس نے اپنے ان الفاظ سے اس طرح پونچھا کہ ... هٰذِهٖ سَجَّاعَةٌ وَلَعَمْرِیْ لَقَدْ کَانَ اَبُوْهَا سَجَّاعًا شَاعِرًا ... یہ تو بڑی زبردست ادیبہ عورت ہے اور قسم ہے اپنی جان کی کہ اس کا باپ بھی بڑا

ادیب وشاعر تھا۔ یہ سن کر حضرت زینبؑ نے جواب دیا کہ مَا لِلْمَرْأَةِ وَلِلسَّجَاعَةِ شُغْلاً وَلٰكِنْ صَدْرِیْ نَفَثَ بِمَا قُلْتُ۔ عورت کو ادب سے کیا تعلق اور اس وقت اس کی مجال کہاں کہ مظاہرہ ادب کیا جائے لیکن یہ میرا زخم جگر تھا جس نے مجھ کو اس طرح بولنے پر مجبور کیا۔ اگر جناب زینبؑ یہ جواب نہ دیتیں تو آپ کی تقریر کی اہمیت ابن زیاد نے کم کر دی تھی۔ یعنی اس وقت آپ کے کلام میں جو ادیبانہ انداز تھا وہ ابن زیاد کے اس خیال باطل کو حضرت زینبؑ نے یہ کہہ کر ملیا میٹ کر دیا کہ عورت کو قافیہ بندی اور اپنے کلام میں ادیبانہ انداز پیدا کرنے سے کیا تعلق اور پھر میرے حالات اس کی کب اجازت دیتے ہیں۔ لہٰذا میری زبان پر جو کچھ آیا ہے۔ وہ ایک سچے اور درد رسیدہ دل کی آواز ہے۔ ہاں ہم اہلبیت ہیں اور ہمارے غیر میں اگر فرق ہے تو یہ ہے کہ دوسروں کا نالہ پابندلے نہیں ہوا کرتا۔ اور ہماری رگوں میں ادب اتنا سمویا ہے کہ ہمارے لبوں سے اگر نالہ بھی نکلتا ہے تو وہ بھی فصاحت وبلاغت کے موتی بکھیرتا ہوا نکلتا ہے اس سے زیادہ روح فرسا وہ وقت تھا جب زینبؑ کی نگاہوں کے سامنے کسی نے امام حسین علیہ السلام کے سرانور پر پتھر مارا اور آپ کی پیشانی مبارک سے لہو کی دھاریں بہنیں لگیں، بہن نے جب بھائی کی خون بھری صورت دیکھی تو یہ اشعار زبان پر جاری ہوئے ؎

یَا هِلَالاً لَمَّا اسْتَتَمَّ كَمَالاً
غَالَهُ خَسْفُهُ فَأَبْدَىٰ غُرُوْبًا

''اے وہ ہلال جو ابھی اپنے کمال کو نہ پہنچا تھا کہ تجھ کو گہن لگ گیا اور اسی عالم میں غروب کر گیا۔'' اس میں آپ نے اپنے بھائی کے چہرے کو ہلال سے تشبیہ دی ہے۔ سید رضی علیہ الرحمہ مولف نہج البلاغہ جو نابغۂ عصر مانے جاتے تھے اور ان کے عصر میں کوئی دوسرا ادیب ان کا ہمسر نہ تھا ان کا دیوان ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے، اپنے ایک شعر میں جو اس دیوان میں ہے فرماتے ہیں ؎

هَلْ اَنْ هِلَالٌ مُنْذُ اُوْرِیَ كَعَهْدِنَا
هِلَالُهٗ عَلٰی ضَوْءِ الْمَطَالِعِ بَاقِیًا

سید رضی اپنے ممدوح کے مرثیہ میں کہتے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد کیا کوئی ایسا ہلال نمودار ہوا ہے جو آفاق میں ہمیشہ باقی رہے یعنی باقی رہنے والا ہلال ممدوح تھا، اور آسمان پر نکلنے والا ہلال تو غروب بھی ہو جاتا ہے۔ سید رضی اپنے زمانہ کے نابغہ سہی اور اس لحاظ سے کسی کی کیا مجال جو اُن کے کلام بلند پر حرف لائے لیکن اس وقت شہزادی کے ارشاد کردہ شعر کے مقابلے میں اس کو دیکھنا ہے ایک طرف شہزادی کے شعر کو رکھ کر ذرا اس شعر کو ناقدانہ نظر سے پرکھئے۔ کیا ہلال کا ہلال رہنے کی حیثیت سے باقی رہنا کوئی خوبی ہے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ مائل بہ ترقی نہیں ہے اور ترقی نہ کر سکنا اس کا نقص ہو گیا ہلال تو وہی خوب ہے جو آج ہلال ہو کچھ عرصہ کے بعد ماہ تمام ہو جائے۔ شاعر کہتا ہے ؎

ساقی بہ جام ریز مئے پرتگال را
ماہ تمام ساز بہ یک شب ہلال را

سیدزینبؑ کے لبوں پر جو شعر بھائی کے غم میں آیا ہے

وہ بدیہی ہونے کے باوجود مذکورہ نقص سے مبرا ہے۔ کیونکہ اس میں آپ نے امام حسین علیہ السلام کو اس ہلال سے تشبیہ دی ہے جو گہن آلود ہوتے ہی غروب ہو گیا۔ بلکہ عجب نہیں کہ اس سے اس امر کی طرف بھی اشارہ مقصود ہو۔ آج وہ چاند جو یزید کے ظلم سے غروب کر گیا ہے کل جو بدر تمام بن کر نکلے گا تو سارے عالم کو اپنے نور سے روشن ومنور کر دے گا۔ پھر حضرت کے چہرے کو ہلال سے شاید اس لئے تشبیہ دی کہ آپ کا چہرہ خون سے بھر گیا تھا صرف اتنا کھلا ہو گا جتنا ہلال کا حصہ نمایاں ہوتا ہے۔ دیکھئے اب کتنا درد پیدا ہو گیا......اس مضمون میں گنجائش نہیں ہے کہ آپ کا دیگر کلام پیش کیا جائے اور دیگر ادباء وبلغا کے کلاموں سے حضرت زینبؑ کے کلام اور خطبوں کا موازنہ کیا جائے ورنہ ایک ضخیم کتاب کے بن جانے کا امکان ہے اختصار ہی کے لحاظ سے ان عربی اشعار ومراثی کو بھی چھوڑا جاتا ہے جس میں حضرت زینبؑ کا تفصیلی ذکر ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا اور فارسی کلام

فارسی ادب کو واقعہ کربلا سے متاثر ہونے کی ایک امتیازی وجہ یہ ہے کہ ان کو اہلبیتؑ سے زیادہ اُنس رہا ہے اور اہلبیت اطہار نے بھی ان کی نفاست پسندی اور سعادت شعاری کی وجہ سے ان کو نوازا ہے جس پر ''سلمان منا اھلبیت'' شاہد ہے حضرت شہربانو بنت یزدجرد کو شرف ازدواج بخش کر امام حسین علیہ السلام نے ہمیشہ کے لئے اہل ایران سے ایک نہ ٹوٹنے والا ناطہ جوڑ لیا۔ اس پر فارسی ادب واقعہ کربلا کے تذکرہ سے خاص کر حضرت کے محاکات سے بھرا پڑا ہے جس میں سے صرف چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

وصال شیرازی فرماتے ہیں ؎

زینبؑ چہ کرد پیکری اندرمیاں خون
چوں آسمان زخم تن از انجمش فزون
گفت ایں بخوں طپیدہ نباشد حسین من
ایں نیست آنکہ در برمن بود تا کنون!
گر ایں حسین قامت اواز چہ برزمین
ور ایں حسین رایت او از چہ سرنگون
گر ایں حسین من سراو از چہ برسنان
ار ایں حسین من تن اواز چہ غرقِ خون
یا خواب بودہ ام من وگم گشتہ است راہ
یا خواب بودہ آنکہ مرا گشتہ رہنمون
میگفت ومیگریست کہ جانسوز نالۂ
آمد زخنجر شہ تشنگاں برون
کای عندلیب گلشن جاں آمدی بیا
رہ گم نگشتہ خوش بنشاں آمدی بیا
آمد بگوش دختر زہرا چہ ایں خطاب
از ناقہ خویش را بزمیں زد باضطراب
چوں خاک جسم پاک برادر ببر گرفت
بر سینہ اش نہاد رخ خواجہ آفتاب
گفت ای گلو بریدہ سرا نورت کجاست
وزچیست گشتہ پیکر پاکت بخوں خضاب
ایں میر کارواں گہ آرام نیست، خیز
مارا ببر بمنزل مقصود خوش بخواب

تن یک من ضعیفم و یک کارواں اسیر
وین خلق بی حمیت ودہری پر انقلاب

افسوس کہ وقت وموقعہ تنگ ہے۔ ورنہ ان اشعار کا ترجمہ پیش کیا جاتا۔ جب بھائی سے خطاب کرچکیں تو نجف کی طرف رخ کرکے فرماتی ہیں ؎

کای گوہر یکہ چوں تو نپروردہ صدف
پرورد گا رنت زارد تو آسودہ در نجف
داری خبر کہ نور دو چشم تو شد شہید
افتاد شاہباز تواز شرفہ شرف
تو ساقی بہشتی وکوثر بدست تست
وین کو دکاں زار دو از تشنگی تلف
این اہلبیت تست بدینگو نہ دستگیر
ای دستگیر خلق! نگاہی بایں طرف

حضرت زینبؑ اور اردو ادب

اردو ادب کو پروان چڑھایا غالبؔ وانیسؔ نے اور انیسؔ کے مراثی میں دردوکرب کی روح وہاں دوڑنے لگتی ہے جہاں زینبؑ کا نام آجاتا ہے......کس غضب کی منظر کشی ہے۔ حضرت عون ومحمد میں روز عاشورا علم حاصل کرنے کے متعلق یہ گفتگو ہورہی ہے ؎

زینبؑ کے پسر مشورہ کرتے تھے یہ باہم
کیوں بھائی علم لینے کو ماموں سے کہیں ہم
تائید خدا چاہئے گو عمر میں ہیں کم
عہدہ تو ہمارا ہے یہ آگاہ ہے عالم
واقف ہیں سبھی حیدر وجعفر کے شرف سے
حق پوچھو تو حق دار ہیں ہم دونوں طرف سے
دادا بھی علمدار ہے نانا بھی علمدار
ہم اپنے بزرگوں کے ہیں منصب کے طلبگار
کہتا تھا بڑا، عرض کا موقعہ نہیں زنہار
ہیں بادشہ کون ومکاں مالک ومختار
عہدہ تو بڑا یہ ہے کہ ماموں پہ فدا ہوں
چپکے رہو اماں نہ کہیں سن کے خفا ہوں
مطلب نہ علم سے نہ حشم سے ہمیں کچھ کام
مٹ جائیں نشاں بس یہی عہدہ ہے یہی نام
یہ سرہوں نثار قدم شاہ خوش انجام
عزت رہے بھائی یہ دعا ہے سحر و شام
آقا جسے چاہیں علم فوج خدا دیں
مشتاق اجل ہیں ہمیں مرنے کی رضا دیں

ادھر بچوں میں یہ بحث ہوتی تھی اُدھر حضرت زینب سلام اللہ علیہا پردے کے پیچھے یہ سب سن رہی تھیں۔ ذرا دل تھام کر سنئے ؎

روتی تھی جو پردے کے قریں زینبؑ دلگیر
سب اس سے مفصل سنی بیٹوں کی یہ تقریر
فضہ سے یہ کہنے لگی وہ صاحب توقیر
دونوں کو اشارے سے بلا لے کسی تدبیر
کچھ کہنا ہے سن لیں اسے فرصت انھیں گر ہو
عباسؑ نہ دیکھیں نہ شہ دیں کو خبر ہو

یہ کہتی تھی زینبؑ کہ خود آئے وہ نکوکار
چھوٹے سے یہ فرمانے لگیں زینبؑ ناچار
کیا باتیں ابھی بھائی سے تھیں اے مرے دلدار
اس وقت میں ہو کون سے منصب کے طلب گار
سمجھے کہ نہ مادر عقب پردہ کھڑی ہے
گھر لٹتا ہے میرا تمہیں منصب کی پڑی ہے

کیا اس لفظ ''میرا'' کی یہاں تعریف ہو سکتی ہے......

بچوں نے ماں سے معافی مانگی اس کے بعد بھائی کی عاشق بہن نے بچوں کو میدان کے لئے تیار کرنا شروع کیا:

صدقے گئی سن لو کہ میں کہتی ہوں مکرر
تم پہلے فدا کیجیو سرشہ کے قدم پر
میدان میں زخمی ہوئے گر قاسمؑ واکبرؑ
پھر تم مرے فرزند نہ میں دونوں کی مادر
جب دل ہوا ناراض تو فرزند کہاں کے
کس کام کا وہ لعل جو کام آئے نہ ماں کے

ان میں سے اگر رن کی طرف ایک سدھارا
زہرا کی قسم منھ نہ میں دیکھوں گی تمہارا
جس وقت سنوں گی کہ سر ان دونوں نے مارا
اس وقت تمہیں ہوگا میرا دودھ گوارا
بے جاں ہوئے بعد ان کے تو ماتم نہ کروں گی
دیکھو! جو مروں گی بھی تو ناراض مروں گی

بچوں کو شجاعت دلانے کی منظر کشی ہے:

خندق کی لڑائی کی طرح جنگ کو جھیلو
بچے اسد اللہ کے ہو جان پہ کھیلو
تیغوں میں دھنسو چھاتیوں سے نیزوں کو ریلو
کوفہ کو تہہ تیغ کرو شام کو لے لو
دو اور جلا آئینہ تیغ عرب کو
لو روم کو قبضہ میں تو قابو میں حلب کو

ایک دوسرے مرثیہ میں میر صاحب نے یہ نظم کیا ہے کہ دونوں بھائیوں میں آپس میں یہ بحث ہو رہی ہے کہ میدان جنگ میں پہلے کون جائے اور ماں سن رہی ہے:

یہ کہہ کے جو خاموش ہوا عون خوش اطوار
صدمے سے نہ چھوٹے کو رہی طاقت گفتار
بس آنکھوں کو مل مل کے وہ رونے لگا یک بار
کی عرض سنا آپ نے اے مادر غم خوار
کیا جانئے کس بات پہ ہم سے یہ خفا ہیں!
ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ باپ کی جا ہیں!

ہم نے تو کبھی ان کو اکیلا نہیں چھوڑا
خدمت سے غلامی کی کبھی منھ نہیں موڑا
سر پاؤں پہ سو بار دھرا ہاتھوں کو جوڑا
فرما کے جدائی کا سخن دل مرا توڑا
ہم تو کسی مشکل کو بھی مشکل نہیں سمجھے
شاید ہمیں یہ جنگ کے قابل نہیں سمجھے

چھوٹے ہیں جواب اس کا بڑے بھائی کو کیا دیں
اچھا ہمیں لاکھوں سے یہ مرنے کی رضا دیں
پیچھے جو ہٹیں پاؤں تو جو چاہیں سزا دیں
میداں سے خدا چاہے تو لشکر کو بھگا دیں

جانبازوں کے نزدیک نہیں ملک عدم دور
نے فوج ستم دور نہ یہ دور نہ ہم دور

جناب زینب سلام اللہ علیہا دونوں کی نزاع کا فیصلہ اس طرح کرتی ہیں:

آپس کی جدائی جو گوارا نہیں پیارو!
جھگڑا میں چکا دیتی ہوں لو ساتھ سدھارو
ماموں کے جو دشمن ہیں انھیں گھیر کے مارو
سرداروں کے سر چھوٹی سے تیغوں سے اتارو
باندھی ہے کمر دونوں ستمگاروں نے شہ پر
اک شمر پہ حملہ کرے اور ایک عمر پر

کٹھن جھیلنے کی ہمت دلاتی ہیں:

جھپکے نہ پلک سر پہ جو شمشیر اجل آئے!
چھاتی پہ لگے تیر تو ابرو پہ نہ بل آئے!
قاصر ہو نہ ہمت نہ شجاعت میں خلل آئے
چھاتی نہ ہٹے سینہ پہ برچھی کا جو پھل آئے
لوگ ایسے ہی جانبازوں کو روتے ہیں جہاں میں
شیروں کے پسر شیر ہی ہوتے ہیں جہاں میں

شجاعت دلانے کے لئے:

نعرے کرو ایسے کہ دل کوہ دہل جائے
جل جائے وہ صف وار جدھر تیغ کا چل جائے
رستم ہو تو گھبرا کے صف جنگ سے ٹل جائے
مچھلی کی طرح ایک سے ایک آگے نکل جائے
لشکر پہ چپ وراس چڑھے جائیو واری
روندے ہوے اعدا کو بڑھے جائیو واری

نانا کی طرح کون وغا کرتا ہے دیکھوں
سر کون ہزاروں کے جدا کرتا ہے دیکھوں
حق کون بہت ماں کا ادا کرتا ہے دیکھوں
ایک ایک صف جنگ میں کیا کرتا ہے دیکھوں
دکھلاتے ہو ہاتھوں سے صفائی کا تماشہ
میں پردے سے دیکھوں گی لڑائی کا تماشہ

بزرگوں کی تاسی:

نیزے کے ہلانے کا تو فن سیکھے ہو واری
اکبرؑ سے لڑائی کا چلن سیکھے ہو واری
تقریر شہنشاہ زمن سیکھے ہو واری
عباس سے انداز سخن سیکھے ہو واری
تعریف کرے ڈر کے تو خورسند نہ ہونا
اعدا سے کسی بات میں تم بند نہ ہونا

جہاد اکبر:

پیاسے ہو بہت تم کو جو سمجھائیں ستمگر!
پانی تمہیں دیں شمر سے مل جاؤ جو آ کر
دیجو یہ جواب ان کو کہ اے قوم بد اختر
اللہ نے بخشا ہے ہمیں چشمۂ کوثر
سر کٹ کے تنوں سے قدم شہ پر گریں گے
پانی کے لئے قبلہ عالم سے پھریں گے
غصہ سے میں کہتی ہوں خبردار خبردار
پانی جو پیا دودھ نہ بخشوں گی میں زنہار
کیوں جاؤ ادھر کیا تمہیں دریا سے سروکار
وہ بولے کہ دریا کو جو دیکھیں تو گنہگار

دو روز کی جو تشنہ دہانی میں مزا ہے
نے شہد میں لذت ہے نہ پانی میں مزا ہے
دونوں نے جو کی جوڑ کے ہاتھوں کو یہ تقریر
خوش ہوکے یہ فرمانے لگی شاہ کی ہمشیر
میں خوب سمجھتی ہوں کہ ہو عاشق شبیرؑ
اللہ نے بخشی ہے تمہیں عزت و توقیر
جیتے نہ پھروگے یہ قسم کھاتی ہوں واری
کمسن ہو بہت اس لئے سمجھاتی ہوں واری

دولہا بنانے کی آرزو اور شادی کا ارمان:

فرما کے یہ ارشاد کیا اے میرے پیارو
خلعت تو میں لے آؤں یہ ملبوس اتارو
عمامے رکھو فرق پہ زلفوں کو سنوارو
دولہا سایہ ماں تم کو بنا لے تو سدھارو
غم خواری فرزند ید اللہ کا دن ہے
مہندی کی یہی شب ہے یہی بیاہ کا دن ہے

آخر انھیں زینبؑ نے وہ پوشاک پنہائی
آگے ہی سے جو بیاہ کی خاطر تھی بنائی
منھ دوسرے بھائی کا لگا دیکھنے بھائی
ماں گرد پھری اور سخن لب پہ یہ لائی
روؤنگی، مگر شاد بھی اس آن تو ہو لوں
پروان چڑھے آؤ میں قربان تو ہو لوں
چہرے کی بلائیں تو مجھے لینے دو واری
پھر کاہے کو شکلیں نظر آئیں گی تمہاری!
اس وقت تو بیٹوں پہ بھی رقت ہوئی طاری
سر رکھ لیا مادر کے قدم پر کئی باری
ماں شاد تھی پر غم کے بھی پہلو نکل آئے
چاہا کہ نہ روئے مگر آنسو نکل آئے

❖❖❖